

باطن کی طرف سفر: حقیقی ذمہ داری

زندگی میں، یکسوئی اور مقصدیت کو کمزور کرنے والے سب سے بڑے عوامل میں سے ایک یہ ہے کہ ہم اپنی توجہ دوسروں کے طرز زندگی، ان کے رویوں اور ان کے دین پر عمل کی فکر پر لگا دیتے ہیں۔ ہم اکثر دوسروں کے بارے میں فیصلہ صادر کرتے ہیں، نصیحت کرتے ہیں یا فکر کرتے ہیں کہ کون صحیح چل رہا ہے اور کون غلط۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کا عمل اس کی اپنی ذمہ داری ہے۔ یعنی اس کا اور اس کے رب کے درمیان معاملہ ہے۔ اصل سوال یہ نہیں کہ دوسرے کیا کر رہے ہیں، بلکہ یہ ہے کہ ہم۔ اپنی زندگی گزارنے کا انتخاب کیسے کرتے ہیں۔

ہماری ذمہ داری کی حدود

یہ فطری بات ہے کہ ہم دوسروں کی پرواہ کریں، خاص طور پر جب ہمیں ان کی بہتری کی خواہش ہو۔ اگر ہم نرمی اور حکمت کے ساتھ خیر خواہی کر سکتے ہیں تو ضرور کریں۔ لیکن اس کے بعد فیصلہ ان کا اپنا ہے۔ ہمیں ان کے اعمال کا حساب نہیں دینا، ہم صرف اپنے اعمال کے جوابدہ ہیں۔

یہ سوچ ہمیں غیر ضروری پریشانی سے آزاد کرتی ہے۔ جب ہم دوسروں کے طرز عمل کا بوجھ اپنے کندھوں سے اتار دیتے ہیں تو ہماری توانائی وہاں لگتی ہے جہاں اصل ضرورت ہوتی ہے: اپنی سوچ، عمل اور اپنی نیتوں کی درستگی پر۔

اپنے اعمال کے بارے میں حساسیت

ہر انسان کا سفر منفرد ہے۔ اصل سوال یہ ہونا چاہیے کہ: کیا میں اس علم کے مطابق زندگی گزار رہا ہوں جو میرے پاس ہے؟ خطرہ اس بات میں ہے کہ ہم دوسروں کی غلطیوں کی نشاندہی میں اتنے محو ہو جائیں کہ اپنی کمزوریاں نظر انداز کر بیٹھیں۔

انجیل مقدس (Gospel of Matthew) کی ایک لازوال نصیحت ہے::

"تم اپنے بھائی کی آنکھ کا تیکا دیکھتے ہو، مگر اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں دیکھتے؟ تم اپنے بھائی سے یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ "آؤ، میں تمہاری آنکھ سے تیکا نکال دوں"، جبکہ تمہاری اپنی آنکھ میں شہتیر چھنسا ہوا ہے؟ اے منافق، پہلے اپنی آنکھ کا شہتیر نکالو پھر تم اپنے بھائی کی آنکھ کا تیکا صاف دیکھ سکو گے۔" (Matthew 7:3-5)

اصل فائدہ یافتگان دنیا اور آخرت میں ہمیں اپنے اعمال اور اپنے رد عمل سے ہوتا ہے۔ نہ کہ کسی اور کے عمل سے۔

اپنے اعمال کے بارے میں متنہ رہنے کا یہ رویہ انسان کو بہتر بناتا ہے، اور اس کے دل میں عاجزی اور بیداری کو فروغ دیتا ہے، یہ ہمارے ان پہلوؤں کی نشاندہی کرتا ہے جہاں ہم بہتر ہو سکتے ہیں، زیادہ ایماندار، زیادہ مہربان اور اپنی کوشش سے زیادہ استقامت اختیار کر سکتے ہیں۔

دوسروں کے ساتھ صحت مند رویہ

دوسروں کے خیال رکھنے کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ان پر کنٹرول کریں۔ کبھی کبھی نرم لفظ یا توجہ دلانے والی بات کسی کے اندر سوچ پیدا کر دیتی ہے، مگر بہر حال قبول کرنا یا رد کرنا ان کا اپنا فیصلہ ہے۔ دوسروں کو درست کرنے کے بوجھ کو چھوڑ دینا بے حسی نہیں ہے (بلکہ حکمت ہے)۔ اور یہ ادراک ہے، کہ ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے۔

واضح سوچ کے ساتھ جینا

جب ہم اپنی قدر و قیمت کو دوسروں کے رویوں سے ماپنا چھوڑ دیتے ہیں، تو ہم زیادہ صاف اور با مقصد زندگی گزارنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر ہم اپنی توجہ ان چیزوں پر مرکوز کرتے ہیں جو ہمیں حقیقی فائدہ پہنچاتی ہیں۔ یعنی اخلاص، دیانتداری، اور اپنے عمل میں وفاداری۔

ایسا طرز فکر ہمیں مثبت طریقے سے اپنا کردار ادا کرنے کے قابل بناتا ہے اور کوئی رجحان دل میں رکھے بغیر ہماری توانائی کو اپنی اصلاح پر مرکوز رکھتا ہے، خود پسندی اور خود کو حق پہ سمجھنے کی بجائے۔

سوچنے کے لیے چند سوالات

اپنے آپ سے پوچھیے

- کیا میں دوسروں کی غلطیوں کو زیادہ دیکھتا ہوں اور اپنے آپ کا جائزہ کم لیتا ہوں؟
- جب میں دوسروں کو نصیحت کرتا ہوں تو کیا وہ واقعی خیر خواہی ہوتی ہے یا صرف تنقید کے جذبے کے تحت؟
- جب دوسرے میری نصیحت کو رد کر دیتے ہیں تو میرا رد عمل کیا ہوتا ہے۔ جھنجھلاہٹ یا قبولیت؟

- تنازعات کے مواقع پر، کیا میں دوسروں کا تجزیہ کرنے سے پہلے اپنا کردار اور رد عمل پر کھتا ہوں؟
- اگر میں اپنی توجہ مکمل طور پر خدا کے سامنے اپنی جواب دہی پر مرکوز کر دوں تو میرے باطنی سکون میں کیا تبدیلی آئے گی؟